© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبۂ تاریخ
پنجاب یونیورسٹی

علی گڑھ میں چند روز

——(مسلسل)——

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فلسفہ سے اوّل دن ہی سے بڑے نامی گرامی فلاسفر وابستہ رہے ہیں۔ ان فضلاء میں سے ڈاکٹر میاں محمد شریف، پروفیسر ظفرالحسن، پروفیسر عمرالدین اور ڈاکٹر محمد نوربنی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پہلے تین حضرات کو میں نے نہیں دیکھا حالانکہ ڈاکٹر میاں محمد شریف اور پروفیسر ظفرالحسن آزادی کے بعد لاہور چلے آتے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ البتہ ڈاکٹر محمد نوربنی کے ساتھ میرے دوستانہ مراسم تھے۔ افسوس کہ موصوف ۷ جنوری ۱۹۸۳ء کو مختصر سی علالت کے بعد انتقال کر گئے مرحوم کو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی اور انہوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے فلسفیانہ نظریات پر دو رسالے اپنی یادگار چھوڑے ہیں جو راقم الحروف کے پاس ان کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ان کی تصانیف میں سے:

1- SHADES OF MYSTICISM.
2- GHAZALI'S CONCEPT OF TAUHID.
3. DEVELOPMENT OF RELIGIOUS THOUGHTS IN MEDIEVAL INDIA.

خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخرالذکر کتاب میں مرحوم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاء، صوفی حمید الدین سوالیؒ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مذہبی خیالات پر قلم اٹھایا ہے۔ کاش کوئی صاحب علم اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھال دے۔

اسی شعبہ کے ایک لائق استاد ڈاکٹر تصدق حسین قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف دونوں آنکھوں سے معذور ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے THE PHILOSOPHY OF SHAH WALI ULLAH کے عنوان سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے ایک گراں قدر مقالہ لکھا ہے، ان کی اہلیہ محترمہ بھی اردو ادب میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہی ہیں۔ میرے علی گڑھ میں قیام کے دوران میں ڈاکٹر صاحب موصوف ہر دوسرے تیسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روز مجھے ملنے کے لئے مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی قیام گاہ پر تشریف لاتے رہے اور میں بھی انہیں ان کے شعبہ میں جاکر ملتا رہا۔

ایک دن ڈاکٹر تصدق حسین کے ساتھ مسعود انور علوی نام کے ایک نوجوان بھی تشریف لائے۔ ان کے دو تین مضمون ماہنامہ برہان دہلی میں طبع ہو چکے ہیں۔ تعارف ہونے پر معلوم ہوا کہ موصوف حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر سجادہ نشین کاکوری شریف کے صاحبزادے ہیں اور شعبۂ عربی میں ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو کی نگرانی میں "عربی ادب کے ارتقاء میں اودھ کا حصہ" کے عنوان سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہے ہیں۔ ان کے آبائی کتاب خانے میں بیشمار نادر و کمیاب کتابیں محفوظ ہیں۔ ان نوادرات میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے کئی رسائل ایسے بھی ہیں جو موصوف کی زندگی ہی میں لکھے گئے تھے۔

کاکوری کے سفر میں شاہ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب نے راقم الحروف کو ہمعات کا ایک ایسا نادر مخطوطہ دکھایا جو ۱۱۶۰ھ میں شاہ صاحب کی زندگی ہی میں ورطۂ تحریر میں آیا تھا۔ سجادہ نشین صاحب کی عنایت سے شاہ صاحب کی ایک تصنیف فضل المبین کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اس تصنیف پر شاہ صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔ شاہ صاحب کا لکھا ہوا ایک اجازت نامہ بھی اسی خانقاہ میں نظر سے گزرا۔

سجادہ نشین صاحب کو اس پر بجا طور پر فخر ہے کہ ان کے پاس شاہ ولی اللہ کی تصنیف قول الجلی کا ایک بڑا نادر نسخہ موجود ہے۔ میرے کاکوری جانے سے چند روز قبل مولانا علی میاں صاحب محض قول الجلی کے مطالعہ کے لئے کاکوری تشریف لے گئے تھے۔ سجادہ نشین صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ شاہ ولی اللہ کے معتقدین نے اس کتاب کو چھاپنے کی بجائے چھپایا ہے کیونکہ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سی ایسی باتیں منصۂ شہود پر آتی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے معتقدین کو ناپسند ہیں۔ سجادہ نشین صاحب کا کہنا ہے کہ شاہ صاحب ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے اور نجوم کا حساب لگا کر اہم کام کرنے کے عادی تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملے کے وقت انہوں نے فرمایا تھا کہ مریخ کا منحوس سایہ ان کے محلّے پر پڑ رہا ہے اس لئے اس محلّے سے ترک سکونت ہی میں عافیت ہے۔

صاحب زادہ مسعود انور علوی اپنے آبائی کتاب خانے کی مدد سے شاہ ولی اللہؒ اور ان کے ساتھیوں پر مضامین لکھ رہے ہیں۔ برہان میں شاہ محمد عاشق پھلتیؒ پر ان کا ایک عالمانہ مضمون گذشتہ اپریل کے شمارہ میں چھپا ہے۔

مولانا اکبرآبادی صاحب کے ہاں باقاعدہ آنے والوں میں شعبۂ تاریخ کے ایک لائق استاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی بھی ہیں۔ "عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں۔ محرکات، مسائل اور مقاصد" کے عنوان سے ان کا ایک عالمانہ مضمون برہان میں متعدد اقساط میں شائع ہوا ہے۔ صدیقی صاحب کیساتھ میری علمی گفتگو رہتی تھی موصوف ابھی جواں سال ہیں، امید ہے کہ مستقبل میں اسلام کی ابتدائی تاریخ میں بڑا نام پیدا کریں گے۔

میرے علی گڑھ میں قیام کے دوران میں "مسلمانوں کی تعلیم اور حصول ملازمت میں مشکلات" کے موضوع پر ایک آل انڈیا سیمینار ہوا۔ اس موقع پر حکیم عبدالحمید صاحب، پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر اقبال انصاری، پروفیسر عرفان حبیب، شوکت صاحب، سابق پرنسپل شبلی کالج اعظم گڑھ اور ناصرالدین حیدر آبادی جیسے فضلاء سے ملاقات ہوئی۔ دو روزہ سیمینار کا لب لباب یہ تھا کہ بھارت کے مسلمان آج اسی جگہ کھڑے ہیں جہاں سے سرسید احمد خان نے کام شروع کیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو تعلیم اور خصوصاً ٹیکنیکل تعلیم میں غیر مسلموں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔ اس سیمینار میں بڑے بڑے نیشنلسٹ مسلمانوں نے بھی یہ تسلیم کیا کہ ملازمت کے حصول میں مسلمانوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ ایک مقرر نے سامعین کو بتایا کہ عائشہ نامی ایک لڑکی مقابلے کے امتحان میں کامیاب ہو گئی اس کے ہندو ممتحن دراصل اُسے آشا یا اُوشا سمجھتے رہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اس کا نام آشا نہیں بلکہ عائشہ ہے تو اسے صاف صاف بتا دیا کہ اُسے کسی کلیدی آسامی پر فائز نہیں کیا جا سکتا۔ اس دلچسپ سیمینار کی صدارت بہار کے گورنر عبدالرحمٰن قدوائی نے کی اور اقلیتی امور کے کمیشن کے صدر ایم۔ ایچ بیگ مہمان خصوصی تھے۔ سیمینار کے شرکاء بیگ صاحب سے ناراض تھے کیونکہ ان کا ایک بیان اخبارات میں چھپ چکا تھا جس میں انہوں نے حکومت سے درخواست کی تھی کہ ہوائی جہازوں میں مسلمانوں کو نماز ادا کرنے سے جبراً روکا جائے۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران میں یہ معلوم ہوا کہ وزارت تعلیم حکومت ہند کے ایک ذیلی ادارے ترقی اردو بورڈ نے کشوری سرن لال کی خلجی خاندان کے بارے میں انگریزی کتاب کا اردو میں ترجمہ شائع کر دیا ہے۔ پروفیسر ہارون خان شیروانی کی انگریزی تصنیف کا "دکن کے بہمنی سلاطین" کے عنوان سے اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ جہانگیر پر بینی پرشاد، شیرشاہ سوری پر کالیکارنجن قانون گو اور شاہجہان پر بنارسی پرشاد سکسینہ کی انگریزی کتابوں کے اردو تراجم بازار میں دستیاب ہیں۔ رام پور کے ایک علم دوست نوجوان تنویر احمد صاحب نے بہمنی سلاطین پروفیسر گروور صاحب کی مہربانی سے مل گئیں اور شیرشاہ سوری میں نے بازار سے خرید لی۔ شیرشاہ سوری پر سہسرام کے ایک مؤرخ پروفیسر حسن آرزو

© rasailojaraid.com

نے بھی ایک کتاب اردو میں لکھی ہے ، مفتی سید نجم الحسن خیرآبادی کی عنایت سے یہ کتاب بھی مجھے مل گئی ، افسوس اس بات کا ہے کہ جو کام ہمیں کرنا چاہئے تھا ، وہ اغیار کر رہے ہیں ۔

شعبۂ تاریخ سے ملحق شعبۂ اردو ہے ، مسلم یونیورسٹی کا شعبۂ اردو ہمیشہ ہی سے مشہور چلا آرہا ہے ۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی ، پروفیسر آل احمد سرور ، مولانا احسن مارہروی ، ڈاکٹر مسعود حسین خان ، اختر انصاری ، ڈاکٹر معین احسن جذبی ، پروفیسر خلیل الرحمٰن اعظمی ، مسعود علی ذوقی اور سجاد حیدر یلدرم جیسے نابغۂ روزگار اساتذہ اس شعبہ سے منسلک رہ چکے ہیں ، ان دنوں ڈاکٹر مسز ثریا حسین صدر شعبہ ہیں ۔ ان کے علاوہ تیئس اور اساتذہ بھی اس شعبہ سے وابستہ ہیں ۔ اس شعبہ کی کارکردگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے ۔ کہ گذشتہ برسوں میں پچپن فضلاء نے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لئے مقالے لکھے ہیں ۔ اور اس وقت بھی چھیاسی ریسرچ اسکالرز پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لئے مقالے تیار کر رہے ہیں شعبہ میں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لئے پیش کئے جانے والے مقالات میں سے گیارہ مقالے کتابی صورت میں طبع ہوچکے ہیں ۔ اب تک دو خوش قسمت انسان اس شعبہ سے ڈی لٹ کی ڈگری بھی حاصل کرچکے ہیں اور ان میں ایک خاتون بھی ہیں ۔ اس شعبہ میں ہر سال ایک سیمینار منعقد ہوتا ہے اور اب تک تیرہ سیمینار ہوچکے ہیں ۔ تیرہ میں سے سات سیمینار محمد علی جوہر ، حسرت موہانی ، سجاد حیدر یلدرم ، اقبال ، پریم چند ، غالب اور فانی پر ہوچکے ہیں ۔ اس سے شعبۂ اردو کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے ۔

راقم الحروف صدر شعبہ مسز ثریا حسین صاحبہ سے ملا تو انہوں نے ماہنامہ "نقش کوکن" بمبئی کا آزادی نمبر بطور تحفہ عطا فرمایا اور دیر تک باہمی دلچسپی کے موضوع پر گفتگو فرماتی رہیں ۔ راقم الحروف نے کچھ وقت علی گڑھ یونیورسٹی کے قبرستان میں بھی گذارا ۔ اس قبرستان میں شاہ فضل اللہ شارح ادب المفرد مولانا سلیمان اشرف ، رشید احمد صدیقی ، قاضی عبد الغفار صاحب مجنوں کی ڈائری و لیلیٰ کے خطوط ، ڈاکٹر ہادی حسن ، پروفیسر محمد حبیب ، ڈاکٹر عبد العلیم صدیقی ، پروفیسر حمید الدین ، ڈاکٹر محمد نور نبی ، پروفیسر ضیاء احمد بدایونی ، مفتی عبد اللطیف شارح ترمذی ، سلطان حیدر جوش اور پروفیسر عمر الدین جیسے فضلاء محو خواب ابدی ہیں ان کی قبروں کے کتبے اور محل وقوع پر راقم الحروف کا ایک مضمون سہ ماہی العلم کراچی بابت جنوری ـ مارچ ۱۹۸۳ء میں طبع ہوچکا ہے ۔ علی گڑھ سے راقم الحروف دہلی آیا اور وہاں پہنچتے ہی اہل علم سے ملاقاتیں شروع کر دیں ۔

(باقی)

میں حال ہی میں دیوبند ، انبہٹہ ، گنگوہ ، نانوتہ ، کلیر شریف ، منگلور شریف ، کاکوری ، امیٹھی ، دہلی ، خیرآباد ، گنج مرادآباد ، کانپور ، لکھنؤ ، رامپور ، امروہہ ، حسن پور ، آگرہ اور مرادآباد کا سفر کرکے واپس آیا ہوں ۔ اب اس سفر کے بارے میں لکھنا شروع کیا ہے ۔ اگلے ماہ سے دہلی کا سفرنامہ پڑھیں گے ۔ "محمد اسلم"

© rasailojaraid.com